© rasailojaraid.com

مولانا عبد الحق خان بشیر

دار العلوم دیوبند

خوفناک فرنگی سازش

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔ انگریز دوبارہ اقتدار دہلی پر قبضہ مستحکم کر چکے تھے۔ ہزاروں علماء اور عوام کا لہو بہانے کے بعد وحشت و بربریت اور خونی انتقام کا طوفان کافی حد تک تھم چکا تھا۔ ارباب اقتدار بظاہر مطمئن و پرسکون تھے کہ آزادی حریت کے شعلے بجھ چکے ہیں۔ لیکن حقیقتاً وہ راکھ کے ڈھیر میں دبی چنگاریوں سے بھی دہشت زدہ تھے کہ کسی وقت بھی یہ بھڑک سکتی ہیں۔ کیونکہ گزشتہ جنگ آزادی اور دیگر معرکہ ہائے حریت میں وہ مسلمانوں کی جنونی فطرت کا بخوبی جائزہ لے چکے تھے کہ جب تک ان کے اندر ملی غیرت اور دینی حمیت موجود ہے' ان پر حکمرانی آسان نہیں۔ چنانچہ عیار فطرت فرنگی سامراج نے مسلمانان برصغیر کی ذہنی وفکری برین واشنگ کے لیے نئی حکمت عملی تیار کر لی تا کہ ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی روح ختم کر دی جائے۔ وہ اپنی اسلامی تہذیب' دینی ثقافت' ملی اقدار' روشن روایات اور تابناک ماضی سے دستبردار ہو کر علیحدہ قوم کی حیثیت سے اپنا وجود کھو بیٹھیں۔ اس کے بعد انہیں اپنے رنگ میں رنگنا آسان ہو گا۔ چنانچہ تعلیمی میدان میں اس کے لیے کوششیں شروع ہو گئیں۔ لارڈ میکالے نے ایک ایسا نظام تعلیم ترتیب دیا جس کے ذریعہ ہندوستانی رنگ و نسل کے خول میں یورپین تہذیب وثقافت کا نصرانی پرورش پانے لگا۔ اور اسلامی کلچر کے نقوش مٹ جانے کے خطرات پیدا ہو گئے۔

قیام دار العلوم دیوبند

ادھر قصر دہلی میں چند سفید فام غیر ملکی' مسلمانان برصغیر کے مستقبل کو ان کے شاندار ماضی سے کاٹنے کے پروگرام تیار کر رہے تھے اور ادھر دیوبند کی گمنام بستی میں خدا کے چند برگزیدہ بندے اپنی قوم [illegible] [illegible] برقرار رکھنے کی فکر میں سر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بوڑے بیٹھے تھے۔ ایک خاموش اور غیر محسوس نظریاتی جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ یہ توپ و تفنگ کی جنگ نہ تھی بلکہ فہم و فراست کا معرکہ تھا۔ ایک طرف مکر و فریب تھا اور دوسری طرف عزم و استقامت۔ چند بے سروسامان بوریا نشین' اقتدار افرنگ کی خوفناک سازشوں سے الجھنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ' مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حاجی عابد حسینؒ جیسے اہل اللہ نے ایک دینی مدرسہ کے قیام کا پروگرام بنایا' اور ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ ہجری مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ عیسوی بروز جمعرات کو مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ نے بنیاد کی پہلی اینٹ رکھی۔ حضرت میاں جی منے شاہؒ نے دوسری' مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے تیسری اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے چوتھی اینٹ رکھی۔ اور ساتھ ہی انار کے درخت کے نیچے ایک استاد ملا محمودؒ دیوبندی اور ایک شاگرد محمود الحسنؒ پر مشتمل پہلی کلاس تعلیم کے لیے بٹھا دی گئی۔ قلیل مدت میں وہ چھوٹا سا مدرسہ دار العلوم کا روپ دھار گیا اور پھر ایشیا کی عظیم ترین اسلامی یونیورسٹی کی صورت میں دنیا کے اندر متعارف ہوا۔ اور شرق وغرب و عجم و عرب میں اس کا فیض پھیلتا چلا گیا۔ دیوبند میں اس مختصر سے مدرسہ کی بنیاد رکھنے کے بعد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دوسرے علاقوں کی طرف متوجہ ہوئے اور مراد آباد' امروہہ اور تھانہ بھون وغیرہ علاقوں میں بھی ایسے مدارس قائم کر دیے تاکہ دینی مدارس کا جال پھیلا کر فرنگی سازش کو ناکام بنایا جا سکے۔

قیام دار العلوم کا مقصد اول

دار العلوم دیوبند کی تاریخ اور خدمات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قیام کے بنیادی مقاصد دو ہیں۔ پہلے مقصد قیام کی وضاحت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بایں الفاظ فرمائی کہ:

> "دیوبند آزادی کی چھاؤنی ہے۔ جس پر تعلیم کا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ ہمارے جسم غلام سہی' مگر ہماری روح کو آزاد رہنا چاہیے۔ اس طرح ہم آٹھ ستاون سے پہلے غیر ملکی غلامی کا خاتمہ کر دیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔"

گویا دار العلوم کے قیام کا بنیادی مقصد ایک ایسی انقلابی ٹیم تیار کرنا تھا جس کے ذریعہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہونے والی شکست کی تلافی بھی کی جا سکے' اور غیر ملکی غلامی کی لعنت سے چھٹکارا بھی [illegible] وحدت کی تڑپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیدا کرنا ضروری تھا۔ چونکہ دار العلوم کے قیام کے سلسلہ میں سب سے زیادہ کاوشیں اور محنتیں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ہیں۔ اس لیے انہیں ہی بانی دار العلوم دیوبند کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ بانی کی حیثیت سے ان کی مذکورہ وضاحت اپنے اندر کافی وزن رکھتی ہے۔ اور خود مولانا نانوتویؒ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے مقصد حیات صرف چار ہی نظر آتے ہیں : ۱۔ مسلمانوں کی اعتقادی، فکری اور عملی اصلاح، ۲۔ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت و تبلیغ، ان دونوں مقاصد کے لیے انہوں نے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ اسلام کی حقانیت و صداقت کا اثبات بھی کیا اور ادیان باطلہ کا رد بھی، ۳۔ مسلمانان برصغیر کے اندر آزادی و حریت کی روح کو بیدار رکھنا، ۴۔ ترکی کی اسلامی خلافت کے تحفظ کے لیے جدوجہد کرنا۔

چنانچہ دار العلوم دیوبند کے اس مقصد قیام کے تحت دار العلوم کے سب سے پہلے شاگرد شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی علمی و فکری تربیت اس انداز سے کی گئی کہ ان کی قائدانہ صلاحیتیں اجاگر ہوں، اور وہ غلام قوم کی قیادت کا بوجھ اٹھا سکیں۔ چونکہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنے ہزاروں عقیدت مندوں سمیت اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی قیادت میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں باقاعدہ حصہ لے چکے تھے، اس لیے انہوں نے اپنے ہونہار شاگرد حضرت شیخ الہندؒ کی تعلیم و تربیت خالص انقلابی بنیادوں پر کی، یہی وجہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد آزادی ہند کی ہر تحریک کی تان حضرت شیخ الہندؒ پر ہی آکر ٹوٹتی ہے۔ اور پھر بانی دار العلوم دیوبند کی پیشین گوئی اس وقت حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آئی جب آئندہ ستاون سے دس سال قبل ۱۹۴۷ء میں ہی غیر ملکی غلامی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور اس غیر ملکی غلامی کے خاتمہ کے لیے بالواسطہ یا بلا واسطہ ہر تحریک دیوبند سے اٹھی اور دار العلوم دیوبند کی تربیت یافتہ ٹیم نے ہر تحریک میں ہراول دستہ کا کام دیا۔

قیام دار العلوم کا مقصد ثانی

قیام دار العلوم دیوبند کا دوسرا مقصد وہ ہے جس کی وضاحت شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے بایں الفاظ فرمائی کہ :

"دیوبند ایک ضرورت تھی، اس سے مقصود تھا کہ [illegible] تسلسل، وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم رہے۔"

اسلامی تاریخ میں دو دور ایسے بھی آئے جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پہلا چھٹی صدی ہجری میں تاتاریوں کی خونی یلغار کا دور، جب چنگیز خان وسطی ایشیائی ریاستوں کو روندتا ہوا روس اور چین تک پہنچا اور اس پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ہرات، بلخ، بخارا، سمرقند اور نیشاپور وغیرہ علاقوں میں اس نے صرف قتل وغارت کا بازار ہی گرم نہیں رکھا بلکہ ہزاروں کی تعداد میں مساجد اور دینی مدارس مسمار اور ویران کر دیے۔

دوسرا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد فرنگی استبداد و بربریت کا دور جب سترہ ہزار علماء کو پھانسی کے تختوں کی زینت بنایا گیا۔ ہزاروں علماء پابند سلاسل کر دیے گئے۔ انہیں عبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں۔ قرآن پاک کے ہزاروں نسخے جلا دیے گئے۔ دینی کتب ڈھونڈ ڈھونڈ کر گنگا و جمنا کی نذر کر دی گئیں۔ مساجد نیلام کی گئیں۔ مدارس مسمار کیے گئے۔ سلطان محمد تغلق کے دور کے اندر دہلی اور اس کے اطراف میں ایک ہزار سے زائد دینی مدارس قائم تھے لیکن سب کے سب فرنگی وحشت و بربریت کا شکار ہو گئے۔ ان میں سے ایک مدرسہ بھی باقی نہ بچا۔ فرنگی سامراج کی سرتوڑ کوشش تھی کہ دینی مدارس کے ذریعہ اسلامی علوم وافکار کی اشاعت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جائے۔ لیکن اس کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور دار العلوم دیوبند نے اس کی تمام سازشوں اور کاوشوں پر پانی پھیر دیا۔

سرکاری سرپرستی میں پورے تحفظ اور پروٹوکول کے ساتھ یورپ سے مسیحی مشنریاں لائی گئیں۔ اور ان کے ذریعہ اسلام کے خلاف گمراہ کن تصورات کو فروغ دیا گیا۔ لیکن دار العلوم دیوبند کی انقلابی ٹیم اس میدان سے بھی غافل نہ تھی۔ اکثر وبیشتر مسیحی مشنریاں مایوس و نامراد ہو کر واپس چلی گئیں۔ عیسائیت کی ترویج واشاعت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ لیکن دار العلوم دیوبند آہنی دیوار کی صورت میں آڑے آگیا۔ اور برطانوی اقتدار کے مذموم عزائم و مقاصد پورے نہ ہو سکے۔

بالفاظ دیگر دارالعلوم دیوبند صرف اسلامی فکر کا محافظ و نگہبان ہی نہیں بنا بلکہ اسلامی روایات کے امین و ترجمان کی حیثیت سے بھی سامنے آیا۔ مسلمانوں کا وہ تعلیمی ورثہ جسے دنیا کے کونہ کونہ تک پہنچانے کے لیے اصحاب نبوت دور دراز کے علاقوں میں پہنچے اور جسے کتب واوراق کی صورت [illegible] سمجھا کہ مسلمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوم کو اس کے ماضی سے کاٹ دیا گیا ہے' دار العلوم نے اس تعلیمی ورثہ کو اصلی حالت میں مسلمانوں تک پہنچایا۔ دار العلوم کے تربیت یافتہ افراد مختلف علاقوں میں پھیلتے چلے گئے اور جگہ جگہ مدارس کا قیام عمل میں آنے لگا۔ اور آج الحمد للہ دار العلوم کا تعلیمی فیض دنیا کے ہر خطہ میں موجود ہے۔

دار العلوم دیوبند کی انہی خدمات جلیلہ کی بناء پر بعض اصحاب ذوق دار العلوم کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں دار العلوم نے منفرد اور قابل تقلید خدمات نہ سرانجام دی ہوں۔ سیاست و حریت' تصوف و طریقت' حدیث و تفسیر' فقہ و ادب' دعوت و تبلیغ' غرضیکہ ہر شعبہ میں دار العلوم کی منفرد خدمات ہیں۔ اور آج اس کی ہزاروں شاخیں دنیا کے مختلف خطوں میں موجود ہیں۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے دار العلوم دیوبند کی خدمات کو بایں الفاظ خراج تحسین پیش کیا۔

شاد باش وشاد زی اے سر زمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا پرچم بلند

۱۳۔ اپریل ۱۹۱۹ء کو بیساکھی کا تہوار تھا۔ امرتسر کے جلیانوالہ باغ میں ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ قریباً" چار بجے شام کو یہاں جلسہ شروع ہوا۔ جب جنرل ڈائر کو اپنے احکامات کی خلاف ورزی کا پتہ چلا تو وہ بہت مشتعل ہوا۔ اس نے فوراً" اپنے ساتھ نوے سپاہی لیے اور جلیانوالہ کے باغ میں پہنچ گیا۔ ڈائر نے نہتے لوگوں پر کسی قسم کے انتباہ کے بغیر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ غیر مسلح مجمع پر ۱۶۵۰ راؤنڈ کارتوس چلائے گئے۔ سرکاری اندازے کے مطابق ۳۷۹ افراد ہلاک اور ۱۲۰۰ زخمی ہوئے۔ گولیاں تقریباً" ۱۵ منٹ تک چلتی رہیں۔ جن لوگوں نے دیوار پر چڑھ کر جان بچانے کی کوشش کی' انہیں نیچے اتار کر مار دیا گیا۔ زخمیوں کو کسی قسم کی طبی امداد نہ دی گئی۔

© rasailojaraid.com